ناولٹ

نادیہ آمین

انجام

وہ جب سے یہاں آئی تھی کئی بار اس سے سامنا ہوا تھا لیکن کبھی بات کرنے کی ہمت نہ ہو سکی تھی۔ اس کی سب سے بڑی خوبی جو اسے مقابل کی طرف کھینچتی تھی وہ اس کی مردانہ وجاہت تھی۔ اس نے کبھی اپنی زندگی میں اس قدر حسین مرد نہیں دیکھا تھا۔ وہ اس قابل تھا کہ جس کے لیے سولی پر چڑھا جاتا۔ وہ ہر وقت یہ ہی سوچتی رہتی تھی۔

ابھی بھی وہ اسے دیکھ رہی تھی۔ بالکونی میں ہلکی چلتی ہوا اس کے شوریدہ سر جذبوں کو کچھ اور بھڑ کا رہی تھی۔ وہ باہر مالی سے پودوں کو پانی دلوا رہا تھا۔ وہ جانے کن باتوں میں مصروف تھا۔ مالی بابا بغور اس کی باتوں کو سن رہا تھا۔ اس وقت رف حلیے میں بھی وہ غضب ڈھا رہا تھا۔ اسے یکدم حبیبہ یاد آئی تھی۔ بے ساختہ پانی اس کی آنکھوں میں در آیا۔

مالی کو ہدایات دیتا وہ جوں ہی مڑا بلا ارادہ اس کی نظریں ٹیرس میں کھڑی زینب پر پڑیں۔ ایک ساعت بعد وہ گھر کے اندر داخل ہو گیا۔

وہ بے دلی سے مڑی۔ جانے اس کہانی کا انجام کیا تھا، وہ پژمردہ قدموں سے اپنے کمرے میں آئی تھی۔ اس وقت اس کی چال اس کے حال سے بالکل ناآشنا تھی۔

☆☆☆

ماں کچھ عرصہ کے لیے گاؤں خالہ کے گھر چلی گئی تھی۔ وہ یہاں خالہ وزیرا کے ساتھ مقیم تھی جو رشتے میں اس کی خالہ لگتی تھیں۔ وہ آج کل جاب کی کوششوں میں تھی کیونکہ بور ہونے سے بہتر تھا کہ کام ہی کیا جاتا۔ وہ کافی پریشان تھی وہ سمجھتی تھی کہ وہ گھر سے نکلے گی اور جاب اسے پلیٹ میں رکھ کر پیش کی جائے گی۔ لیکن ایسا نہ تھا۔ وہ قریبی پارک میں بیٹھی یہی سوچے جا رہی تھی کہ دفعتاً اس کی نظروں نے دور کھلے بینچ پر بیٹھے شخص کو دیکھا۔ یہ بہتر موقع تھا وہ اٹھ کر اس کے پاس گئی تھی۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں۔" اس کا لہجہ عام سا تھا۔

"آپ کو یہاں کئی بار دیکھا ہے۔ اکیلے کیا آپ کے گھر پر کوئی نہیں؟" کچھ تامل بعد بولی۔ آئی مین کوئی عورت۔ اسے بات کلیئر کرنی مشکل ہو رہی تھی۔

"اکیلا رہتا ہوں میں۔" اس نے عام سی نظر ڈال کر جواب دیا۔

"آپ یہاں روز آتے ہیں؟" وہ مزید کچھ اور بولنا چاہتی تھی لیکن وہ شاید بہت ریزرو تھا۔

"کبھی کبھار۔"

"آپ یہیں کے رہنے والے ہیں؟ جانے کیوں آپ یہاں کے نہیں لگتے۔"

"نہیں۔ میں پٹھان ہوں۔"

"اوہ۔" اس نے حیرت ظاہر کی۔

"آپ کا نام۔"

"یوسف۔" وہ دھیمے سے بولا۔

"میرا نام زینب ہے۔"

اس دن ان کے درمیان بہت سی باتیں ہوئی تھیں جو بظاہر سرسری تھیں لیکن زینب کے لیے بہت معنی رکھتی تھیں۔ اس دن وہ نامعلوم انجان سی خوشی

اسلام علیکم!

ہمیں اپنے Blog kitabdost

http://kitabdostpk.blogspot.be

اور readingpoint

http://readingpointpk.blogspot.be

کے لیے لکھاریوں کی ضرورت ہے جو ہمارے لیے ناولز

لکھ سکیں جو خواتین و حضرات شوقین ہیں وہ

ہمیں اپنی تحریر (ناول،ناولٹ،افسانہ قسط وار ناول)

اس میل آی ڈی پہ سینڈ کر سکتے ہیں

maisrasultan@gmail.com

فیس بک پہ بھی اس میل کے زریعے رابطہ کریں

میں گھری بہت چین کی نیند سوئی تھی۔

"ان کی ملاقاتیں پارک میں یا واک کرتے ہوئے ہونے لگی تھیں۔ وہ کبھی ہلکی پھلکی بات چیت کرنے لگا تھا۔ وہ ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں ملازمت کرتا تھا۔ باتوں کے دوران اس نے بھی جاب کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔

"کچھ عرصہ بعد یوسف نے اسے اپنے آفس میں آسامی خالی ہونے کی نوید سنائی۔"

"تمہیں جاب کی ضرورت ہے۔ انٹرویو دو، ہوسکتا ہے کام بن جائے۔"

اس کی سفارش اور زینب کی قسمت نے مل کر اسے جاب دلوادی تھی۔ اب روز اس کی ملاقات یوسف سے ہونے لگی تھی۔ اگرچہ وہ بہت لیے دیے رہتا تو زینب بھی زیادہ سر پر سوار نہیں رہتی تھی۔ کبھی کبھار تھوڑی بہت بات چیت ان میں ہو جاتی تھی۔

اس کی کولیگ رابعہ ہر وقت اس کے ساتھ رہتی وہ

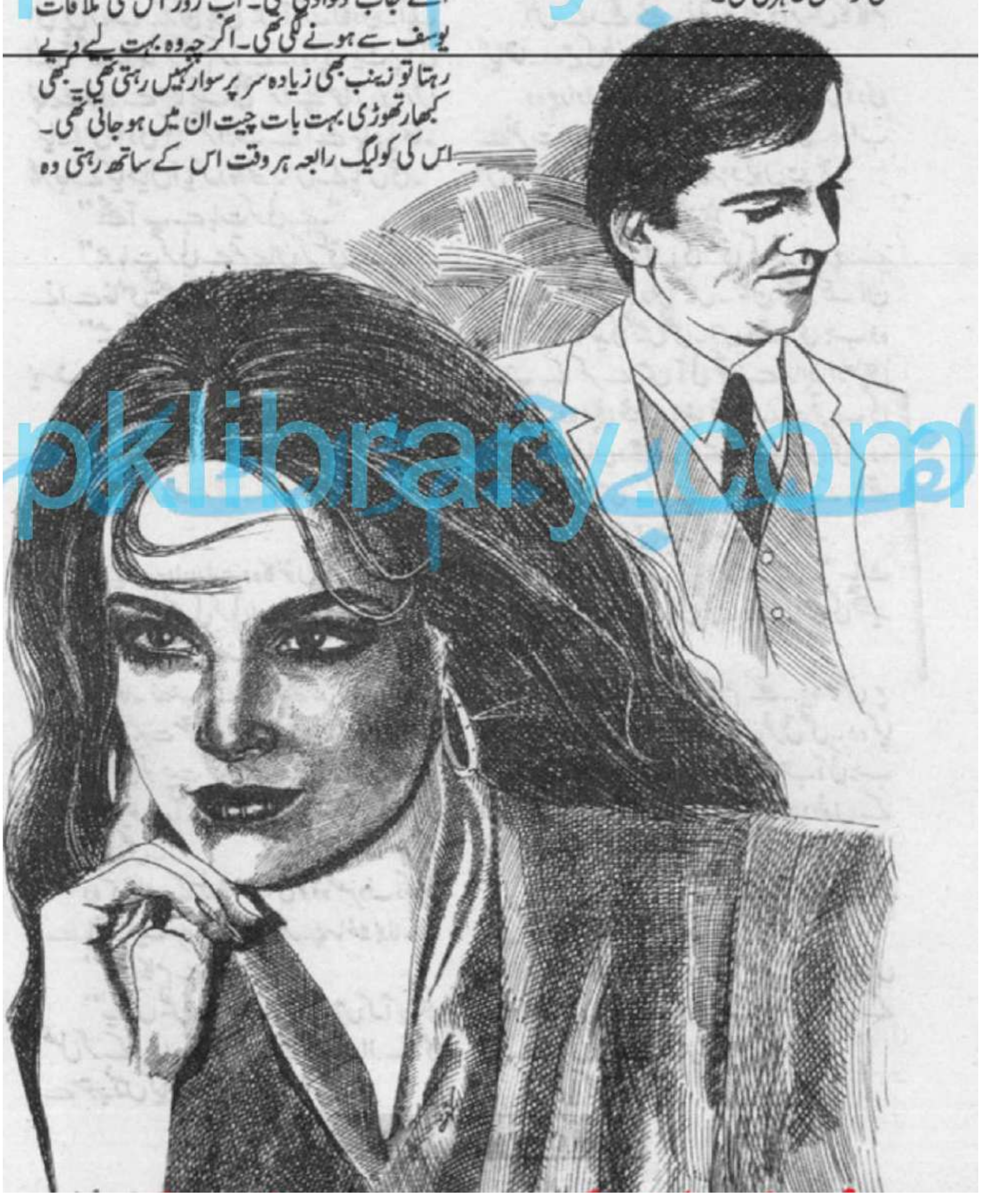

pklibrary.com

دونوں لنچ بھی ساتھ کرتے تھے۔ پک اینڈ ڈراپ بھی کبھی کبھار ہو جاتا۔

آج بھی وہ جب سیڑھیاں چڑھ کر اپنے آفس آ رہی تھی تو اس کے کیبن پر بلا ارادہ نظر پڑی۔ رابعہ اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھی کسی بات پر ہنس رہی تھی۔ وہ بھی مسکرا رہا تھا۔ یوسف کی مسکراہٹ نے اسی پل زینب کے تن بدن میں آگ لگا دی۔ ایک ایسی آگ جو جلا کر بھسم کر دے۔ وہ اپنی سیٹ پر آ گئی نہایت زور سے اپنا بیگ پٹخ کر اپنے حواس کو نارمل کیا۔ اس آدمی کی مسکراہٹ نے اسے تپا دیا تھا۔ پھر جانے کیا خیال آیا کہ وہ اٹھ کر اس کے پاس گئی۔

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔"

"جو بات کرنی ہے تم یہاں کر سکتی ہو۔" رابعہ نے اسے خاصی تیکھی نظروں سے دیکھا۔

"میں کچھ دیر بعد آپ سے بات کروں گا۔" یوسف نے تو گویا یہ کہہ کر اس کی توہین کی حد کر دی۔

وہ شدید طیش میں واپس آ گئی پھر پورا دن اس کے روم میں نہیں گئی۔ جب وہ آفس سے نکلی تو وہ اسے رابعہ کے ساتھ نظر آیا۔ وہ دونوں کہیں جا رہے تھے۔

اس پورے دن رات وہ کانٹوں پر جلتی رہی تھی۔ اسے معلوم نہ تھا کہ کسی کی کرنی اسے بھرنی پڑے گی۔

اگلے دن بھی یوسف نے بات نہ کی شاید وہ بھول گیا تھا۔ زینب نے بھی کچھ نہ کہا۔ وہ یہاں خواتین میں بہت مقبول تھا۔ اس کا انداز ہی ایسا تھا کہ جو مقابل کو چت کر دیتا۔ اسے لڑکیوں کو دیوانہ بنانے کا ہنر خوب آتا تھا۔ وہ روز بروز اس سے متنفر ہوتی جا رہی تھی۔

وہ کسی کام کے سلسلے میں آئی تو وہ مصروف دکھائی دے رہا تھا۔ ایک سرسری نظر ڈال کر بے ساختہ بولا۔

"کوئی کام ہے؟"

"یہ فائل لیں۔ سر وقار کہہ رہے ہیں کہ آج ہی مکمل کر کے دینی ہے۔" اس کے لٹھ مار انداز نے بھی اسے متوجہ نہیں کیا تو وہ مزید بولی۔

"آج مس رابعہ نظر نہیں آ رہیں۔ آپ اکیلے ہیں۔"

اس کے الفاظ میں چھپے طنز کو اس نے بغور محسوس کیا لیکن نہایت بے تاثر لہجے میں بولا۔

"بعد میں آئیں گی......" کچھ پل کے بعد مزید کہا۔ "ٹھیک ہے۔ اب تم جاؤ۔"

اس کے اگلے جملے نے تو گویا جلتی پر تیل کا کام کیا تھا۔ وہ تیر کی طرح اس کے کمرے سے نکلی۔

وہ پورا دن اس نے جلتے بھنتے گزارا۔ اس آدمی سے نفرت دن بدن شدید تر ہوتی جا رہی تھی۔ وہ اب اس کا بھی مجرم ٹھہرا تھا۔ تو اسے سزا کیوں نہ دیتی۔

☆☆☆

مس رابعہ اور اس کی منگنی کی خبریں پورے آفس میں گردش کر رہی تھیں۔ لیکن ابھی تک ان دونوں نے تائید کی نہیں تھی۔ اس وقت بھی جب وہ یوسف کے کمرے میں آئی تو اسے رابعہ ادھر ہی نظر آئی۔ وہ اپنی چیئر پر بیٹھا تھا جبکہ رابعہ قریب کی کرسی پر براجمان دھیمے لہجے میں کچھ کہہ رہی تھی۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ اس کے اندر آنے پر رابعہ کے ماتھے پر ناگوار لکیریں ابھریں جبکہ یوسف نارمل تھا۔

"سر بخاری آپ کو بلا رہے ہیں۔" سپاٹ انداز میں کہتی وہ واپس چلی گئی۔ وہ بھی اس کی تقلید میں آیا۔

سر بخاری اس سے محو کلام تھے۔ وہ فائل پر دونوں ہاتھ رکھے کسی خیالی دنیا میں غرق تھی۔ وہ کیا کہہ رہے تھے وہ غافل تھی۔ ہوش میں تب آئی جب اس نے ٹیبل کو بجتے سنا۔ کمرے میں ان دونوں کے سوا کوئی نہ تھا۔

"تم کہاں گم ہو۔ کتنی دیر سے آواز دے رہا ہوں تمہیں۔"

وہ شرمندہ سی ہو گئی۔ وہ کچھ سمجھانے لگا لیکن اس کے خاک نہ پلے پڑا۔ وہ اس کے ہاتھوں، اس کے چہرے اور اس کی آواز کے سحر میں کھوئی ہوئی تھی۔

"آیا سمجھ میں۔"

اس کے الفاظ نے اسے خیالی دنیا سے باہر نکالا۔
اس نے سر نفی میں ہلایا تو وہ نہایت سختی سے بولا۔
"تم ہوش میں آؤ گی تو کچھ سمجھو گی۔"

اپنی بے بسی پر زینب کو شدید طیش آیا۔ یہ کیا ہو رہا تھا۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔ اسے رابعہ کے اتنے نزدیک دیکھ کر شدید برا لگا تھا۔ وہ کسی کی امانت تھا خیانت کیسے کر سکتا تھا۔ وہ حیرت اور پھر گھبراہٹ میں جانے کیا اول فول سوچتی رہی۔ وہ اتنی عیاشی سے کیسے رہ سکتا ہے۔ وہ شکستہ دل تھی۔

اسے غائب دماغ پا کر وہ چلا گیا۔ ڈیوٹی آورز آف ہوتے ہی وہ جب آفس سے نکلی تو وہ باہر اپنی گاڑی کے ساتھ ٹیک لگائے نظر آیا تھا۔ اس کے ہمراہ رابعہ بھی تھی۔ یوسف نے اسے بھی ساتھ جانے کی آفر کی، پر اس نے رد کر دی۔

"میں خود جا سکتی ہوں۔" وہ اس کی احسان مند نہیں ہونا چاہتی تھی۔

"میں بھی وہیں جا رہا ہوں۔ ڈراپ کر دوں گا تمہیں۔" نہ چاہتے ہوئے بھی وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

رابعہ نارمل تھی۔ وہ یوسف کے ساتھ اگلی سیٹ پر براجمان کچھ زیادہ ہی خوش گپیوں میں مشغول تھی۔ اس کی چہکتی آواز اس وقت زینب کے کانوں کو نہایت بھدی معلوم ہو رہی تھی۔

رابعہ کو اس کے گھر پر ڈراپ کر کے جب اس نے گاڑی ٹرن کی تو رک کر بیک مرر میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"آگے بیٹھو گی؟"

"میں ٹھیک ہوں یہاں۔" اس کے بے دلی سے جواب پر یوسف کچھ نہ بولا۔

اگلے چند دن تک وہ آفس میں کترائی کترائی رہی۔

☆☆☆

آج کام کا لوڈ تھا دوپہر ایک بجے تک سر اٹھانے کی فرصت نہ ملی۔ سر اٹھایا تو یوسف کی آواز پر۔

"تمہیں میرے ساتھ میٹنگ میں جانا ہے۔"

وہ تحیر سے بولی۔

"لیکن مجھے تو سر نے ایسا کچھ نہیں کہا۔"

"میں کہہ رہا ہوں نا۔" اس نے اپنی گھڑی میں ٹائم دیکھتے ہوئے جیسے جلدی کا اشارہ کیا تھا۔

وہ اٹھی اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھی گاڑی جس سمت جا رہی تھی وہ اس کے لیے نامعلوم تھا۔

"یہ کون سی جگہ ہے؟"

"بے فکر رہو میں تمہیں کڈنیپ نہیں کر رہا۔" وہ بے نیازی سے گاڑی چلاتا اسے بے سکون کر گیا۔

وہ ڈر گئی۔ "کیا یہ میرے بارے میں سب جانتا ہے۔" دل کا خدشہ بڑھ گیا۔

"پلیز! بتاؤ، یہ تم کہاں لے کر جا رہے ہو۔ گاڑی روکو۔" وہ بدحواسی سے چلائی۔

اس کی متغیر رنگت نے یوسف کو گاڑی روکنے پر مجبور کر دیا۔

"بات کرنے آیا ہوں۔ کھا نہیں جاؤں گا تمہیں۔" یوسف اسے کھا جانے والی نگاہوں سے دیکھتا ہوا بولا۔

وہ یکدم سے گاڑی کا دروازہ کھول کر اتری اور رونے لگی۔ یہ اندر کا خوف تھا جو اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی صورت جاری تھا۔

"مجھے گھر جانا ہے۔"

"تمہیں مسئلہ کیا ہے۔" یوسف غرایا۔

"تم پریشان اور الجھن زدہ تھیں میں صرف یہی معلوم کرنے......"

"مجھے گھر جانا ہے۔" زینب نے تیزی سے اس کی بات کاٹی۔

"او کے آؤ، گاڑی میں بیٹھو۔"

گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے ایک دوبار یوسف نے اس پر نظر ڈالی۔ اس کی معصومیت اور اس کی شکل میں اسے جو شبیہہ نظر آئی اس نے اس کے دل کو جیسے مٹھی میں جکڑ لیا۔ اس کے بعد یوسف نے زینب پر دوسری نظر نہ ڈالی۔ خاموشی سے اس کے گھر ڈراپ کر کے وہ اپنے گھر چلا گیا۔

☆☆☆

پھر یوسف نے اسے نظر انداز کرنا شروع کر دیا تھا، اسے لگ رہا تھا، اس کے دل پر بہت بوجھ تھا۔ جانے کیوں وہ اداسی میں گھلتی جارہی تھی۔ یاسیت بھرے دن گزر رہے تھے۔ اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ گناہ گار کون تھا۔ وہ الجھ رہی تھی۔ جنید ہر ہفتے فون کر کے یوسف کی بابت دریافت کرتا۔ اس کی تکلیف بڑھ جاتی۔ اس شخص کے لیے رحم کا جذبہ اگر ابھرتا بھی تھا تو اس کا ماضی اسے موت کی نیند سلا دیتا تھا۔

رابعہ اور یوسف کی جوڑی آنکھوں میں کھٹکتی تھی رابعہ اسے بھیانک چڑیل دکھتی۔ وہ جس طرح یوسف کو اپنا حق ملکیت سمجھتی اسے اور بھی زہر لگتی۔ رابعہ کا بڑھتا التفات یوسف کے لیے تو اچھا تھا پر زینب کے لیے زہر قاتل تھا۔ دن رات جس بھٹی میں جسم و جاں سلگ رہا تھا وہ، اہمیت تھی جو رابعہ اس مرد کو دے رہی تھی۔ کبھی تو وہ اتنا مغرور تھا...... کبھی تو وہ لوگوں کی زندگیوں سے کھیلتا تھا۔ کوئی جان سے جاتا اس کے باپ کا کیا جاتا۔

وہ ٹیرس میں کھڑی شعلہ بار نگاہوں سے اس گھر کو گھورے جارہی تھی۔ وہ کسی کام سے ٹیرس پر آیا تھا بلا ارادہ یوسف کی نظریں اس کی بھڑکتی نگاہوں سے ٹکرائیں۔ ایک تیز و تند نگاہ ڈالتی وہ بڑی سرعت سے اندر چلی گئی۔ جبکہ وہ حیرت و استعجاب میں کھڑا اس نیم پاگل کو دیکھ رہا تھا۔

☆☆☆

"آج کی رات ہے ہمارے پاس، میرا ٹکٹ کنفرم ہے۔ آج لازماً یہ کام کرنا ہے۔ آج رات کے بعد وہ سویرا نہیں دیکھے گا۔"

جنید کی کہی باتیں سارا دن اس کے کانوں میں گونجتی رہی تھیں۔ وہ سارا دن آفس میں مضطرب رہی تھی۔ آفس میں بھی وہ یوسف کی ہلکی بڑھی شیو پر نظریں جمائے کہیں غرق تھی۔ یوسف نے اس کی غیر دلچسپی محسوس کی تھی لیکن کچھ کہا نہ تھا۔ اس کے دل کی دھڑکن بے ربط تھی۔ اس شام وہ جلدی گھر آ گئی تھی۔ وہ شدید رنج میں تھی۔ اس کا دماغ ماؤف تھا شدت غم سے دل پھٹنے کو تھا۔ کافی دیر تک وہ ادھر سے ادھر ٹہل کر غم غلط کرنے کی کوشش کرتی رہی۔

"کیا وہ صحیح کرنے جارہی ہے۔" دل ہی دل میں بڑبڑا رہی تھی۔ دل و دماغ انکاری تھا۔ وہ غلط تھا جو ہونے جارہا تھا۔ شدت غم سے اشک آنکھوں سے رواں ہونے لگے۔ اپنے اضطراب کو کم کیسے کرتی وہ ایسا کیسے کر سکتی تھی کہ جس کی بدولت اپنے رب کے سامنے شرمندہ ہوتی۔

دل نے مصمم ارادہ کر لیا تو دوڑتی ہوئی یوسف کے گھر بھاگی۔ گیٹ اسی نے کھولا۔ اسے دھکا دے کر وہ گیٹ بند کر چکی تھی۔ یوسف حیرت و کشش و پنج میں مبتلا کچھ سمجھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ جب اس نے اسے کہتے سنا۔

"چلے جاؤ یہاں سے جنید تمہیں مارنے آ رہا ہے۔" وہ کچھ سمجھا نہیں تھا کہ وہ مزید بولی۔ "اللہ کے لیے میری بات پر یقین کرو میں...... جنید تمہیں مارنے کے لیے آ رہا ہے۔ میں حبیبہ کی بہن ہوں۔ چلے جاؤ یہاں سے۔" وہ اسے دھکیلتی جیسے ہوش میں آئی تھی۔

یوسف کی آنکھوں میں اچانک حیرت بھرا کرب ابھرا جسے دیکھ کر زینب زمین میں گڑ گئی۔

"تم حبیبہ کی بہن ہو۔" وہ دو قدم بے خود سا اس کی طرف بڑھا۔

"میں کہہ رہی ہوں بھاگو یہاں سے۔" اس کے جھنجوڑنے پر جیسے وہ نیند سے بے دار ہوا تھا۔

یوسف کی آنکھوں میں اس دس سالہ بچی کی تصویر ابھری جو یوسف کی گود میں بیٹھی ہر قسم کی فرمائشیں کرتی تھی۔ وہ ایک ٹرانس میں تھا۔ وہ دس سالہ بچی نہیں تھی جسے وہ بچگانہ پیار کرتا تھا وہ بیس سال کی جوان دوشیزہ تھی۔

اس پل زینب نے یوسف کی محبت کو تناور درخت کی طرح پروان چڑھتے دیکھا تھا۔ وہ چلا گیا اسے عشق و محبت کے تپتے صحرا میں چھوڑ کر۔ وہ چلا گیا اسے ملیامیٹ کر کے...... زندہ درگور۔ اب کی بار بھی

pklibrary.com

جنید کی بہن اپنا دل ہار گئی۔ جنید تو پہلی والی کا بدلہ لینے آرہا تھا۔ یہاں تو دوسری بھی سولی چڑھ گئی تھی۔

جنید کی چیخ و پکار نے اس رات سارا گھر سر پر اٹھایا تھا۔ وہ کیسے چلا گیا۔

"تم نے بھگایا ہے اسے۔ مجھے اب تم پر شک ہے۔" اس کا شک درست تھا۔ "خالہ وزیرا کہہ رہی تھی کہ شام تک وہ گھر پر تھا پھر فوراً غائب ہوا۔ بتاؤ مجھے سچ ورنہ تمہیں چھوڑوں گا نہیں تمہیں۔"

"ہاں میں نے بھگایا ہے۔ کیونکہ میں نہیں چاہتی تھی کہ مزید خون خرابا ہو۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ میرا ہاتھ کسی کے ناحق خون سے رنگ جائے۔"

اس کی بات پر جنید ہتھے سے ہی اکھڑ گیا تھا۔

"ناحق......" اس کی آنکھوں میں حیرت بھرا سوال تھا۔

"اس نے میری بہن کو بھگایا تھا۔ کیا تمہارے خیال میں یہ کوئی بات نہ تھی۔"

"اتنے برسوں بعد اب مزید قتل و غارت سے کیا ہوگا۔" اس نے عذر تراشا۔

"ہمارے بارے میں بھی تو سوچو۔ اگر تم جیل گئے تو ہم کیا کریں گے۔ ہم اب بھی دربدر ہیں۔ کب تک ایسے تم چھپتے پھرو گے۔ ہمیں دربدر کرو گے۔"

لڑ جھگڑ کر وہ اٹھی چلا گیا اس کی ماں بھی گاؤں سے واپس آگئی تھیں۔ کیونکہ جس وجہ سے وہ گئی تھی۔ اب وہ وجہ ختم ہوگئی تھیں۔ زینب کو چارے کے طور پر اس لیے استعمال کیا تھا کیونکہ یوسف نے اسے بچپن میں دیکھا تھا وہ اسے پہچان نہ سکتا تھا۔ جنید اور رشیدہ دونوں کو وہ بخوبی پہچان سکتا تھا۔ جنید پر جس بدلے کا بھوت سوار تھا وہ پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا تھا۔ لوگوں کے طعنوں کی بدولت وہ یوسف کو ہر حال میں مارنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ حالانکہ جنید نے جو کچھ کیا تھا وہ کسی طور بھی بھلانے والا نہ تھا۔

☆☆☆

یوسف غائب تھا وہ باقاعدگی سے دفتر جاتی رہتی تھی کچھ دنوں تک یوسف کے متعلق چہ مگوئیاں ہوتی رہیں پھر سب بھول ہی گئے۔ دو مہینے ہو گئے تھے یوسف کو غائب ہوئے۔ لیکن آج اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے اسے آفس میں دیکھا۔ وہ سر بخاری کے روم میں تھا۔ یوسف نے آفس دوبارہ جوائن کیا تھا۔ یہ بم جب اس پر گرا تو اس کی روح ہی گویا سلب ہو کر رہ گئی تھی۔ سارا دن خیر و عافیت سے گزرا تھا۔ اگلے دن اس نے چھٹی کر لی۔

دوسرے دن جب وہ آفس گئی تو یوسف اسے نظر نہ آیا۔ وہ اس کے نہ آنے پر شکر گزار تھی۔ انٹرکام پر جب اسے بلایا گیا تو وہ فائل لے کر سر وقار کے کمرے میں آئی۔ لیکن سر وقار کی کرسی پر یوسف کو بیٹھے دیکھ کر اس کی سٹی گم ہوگئی۔ چیئر سے ٹیک لگائے وہ بہت آرام سے ایک ہاتھ سے اپنے بال ٹھیک کرتا اسے بیٹھنے کو بولا۔ وہ بیٹھی مگر دل عجیب سا دہل رہا تھا۔

"مجھے بھگا کر خود یہاں عیش سے رہ رہی ہو۔ میں بھی تو مار سکتا ہوں تمہیں۔ تم کیوں نہیں جان بچاتیں اپنی۔ میں خطرے میں ہوں تو تم بھی تو ہو۔" یوسف کی آواز پرسکون مگر لہجہ آنچ دیتا محسوس ہو رہا تھا۔

"میں نے کچھ نہیں کیا اس لیے مجھے کوئی خوف نہیں۔" اس نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بڑے سکون سے کہا تو وہ یکدم بولا۔

"میں نے بھی کچھ غلط نہیں کیا تھا۔"

وہ پہلے تو حیران ہوئی پھر تیز آواز میں بولی۔

"میری بہن کو مار ڈالا اور......"

"میں نے نہیں تمہارے بھائی نے مارا تھا۔" اب کی بار یوسف کی آواز مشتعل تھی۔

"تمہاری وجہ سے مر گئی تھی۔"

"محبت کی وجہ سے مر گئی تھی وہ۔" اس نے تصحیح کی۔

"ہاں، ہمیشہ لڑکیاں ہی تو محبت کر کے مرتی ہیں۔" اس کا طنزیہ جملہ اسے تپا گیا۔

"تو کیا سب لڑکیوں کی موت کا میں ذمہ دار ہوں۔"

"لیکن جس کے ہو وہ میری بہن تھی۔" وہ زور

pklibrary.com

سے چلائی۔

"چلاؤ مت، یہ آفس ہے۔"

"ہاں اچھا ہے نا تمہاری اصلیت سب کو معلوم ہو جائے گی۔"

پھر وہ اٹھی۔ "کیوں بلایا تھا؟"

"یہی بکواس سننے کے لیے۔" وہ اٹھ کر اس کے سامنے آیا۔

"مجھے راستہ دیجیے۔" اسے اپنے سامنے ایستادہ دیکھ کر سر جھکا کر بولی۔

دونوں ہاتھ سینے پر باندھے بڑے سکون آمیز انداز میں کھڑا اس کے سکون کو تہ و بالا کر رہا تھا۔

زینب نے سائیڈ سے گزرنا چاہا لیکن راہ مسدود تھی۔

"اب میں تمہارا باس ہوں اور تم میری ماتحت۔ میری مرضی سے نکلو گی یہاں سے۔" لیکن پھر جلد ہی اس کی آنکھوں میں نمودار ہوتی نمی دیکھ کر اس نے راستہ دے دیا۔

وہ اپنی سیٹ پر آ تو گئی لیکن جوں ہی رونا شروع ہوئی تو دیر تک روتی رہی۔

☆☆☆

وہ اب اسی شہر میں تھا۔ لیکن کہاں رہتا تھا یہ معلوم نہ تھا۔ زینب بلا ضرورت اس کا سامنا نہیں کرتی تھی۔ رابعہ ہر وقت اس کے کمرے میں گھسی جانے کیا باتیں کرتی تھی۔ رابعہ کو دیکھ کر اسے شدید کوفت ہوتی تھی۔ کسی کام سے کمرے میں آئی اس نے سر کے اشارے سے بیٹھنے کو کہا۔ رابعہ جانے کون سے قصے سنا رہی تھی، وہ مسکرا رہا تھا۔ کچھ دیر تک تو زینب بے نیاز رہی لیکن کہاں تک برداشت کرتی۔

"مجھے یہ لیٹر دکھانا ہے آپ چیک کر لیں۔"

"ویٹ کرو، میں کرتا ہوں بات۔" وہ ہنوز رابعہ کی طرف متوجہ تھا۔ زینب پیچ و تاب کھاتی اٹھ گئی۔

اسے اٹھتے دیکھ کر وہ اس کی جانب متوجہ ہوا۔ رابعہ چلی گئی۔

"کیا ہے؟" وہ بغور دیکھتا ہوا بولا۔

"یہ لیٹر۔"

"اب مجھے اپنی زندگی یا موت کا کوئی خوف نہیں۔ چاہو تو بھائی کو بلا کر مجھے مار سکتی ہو۔" ہاتھ میں لیٹر لے کر اسے سرسری دیکھتا وہ کہہ اٹھا۔

"یہ لیٹر دیکھیں۔" وہ اس کے قریب کھڑی لیٹر کی طرف اشارہ کرنے لگی۔

"نہیں دیکھ رہا۔"

زینب سیدھی کمرے سے نکل کر اپنے کیبن میں آئی اپنی سیٹ پر بیٹھ کر اس نے استعفیٰ لکھا اور لا کر یوسف کی ٹیبل پر پٹخ دیا۔

"کیا ہے؟"

یوسف سوال پر خون آشام نظروں سے گھورتے ہوئے بولی۔

"میرا استعفیٰ......"

یوسف نے بغیر پڑھے بڑی بے دردی سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ٹیبل پر بکھیر دیا۔

"اپنی سیٹ پر بیٹھو۔ یہاں سے جانے کا سوچنا بھی مت۔"

گھر آئی تو طبیعت بوجھل بوجھل سی تھی۔ جنید کی فون کالز نہ ہونے کے برابر تھیں۔ تھوڑے بہت پیسے وہ بھیجتا تھا جس سے ان کا گزارا ہو رہا تھا۔ کرائے کا گھر، ماں کی بیماری سب اس کی ذمہ داری بن گیا تھا۔ اب چاہ کر بھی ملازمت نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ اسے اس جاب کی اشد ضرورت تھی۔

جنید نے وہاں شادی کر لی تھی۔ دن بدن رشیدہ کی حالت بگڑتی جا رہی تھی دل کی بیماری جو لاحق تھی۔ وہ زینب کے لیے بہت پریشان اور متفکر رہنے لگی تھیں۔ وہ دن رات اس کی شادی کے متعلق سوچ سوچ کر ہلکان ہوتیں۔ زینب ہر رشتہ کو ٹھکراتی پر وجہ نہ بتاتی۔ رشیدہ کچھ سوچنے پر مجبور ہوئی تھیں۔ وہ کس وجہ سے انکار کر رہی ہے۔ کیا وہ کسی کو پسند کرتی ہے۔ کئی بار اس موضوع پر انہوں نے بات کرنا چاہی مگر زینب ٹال گئی۔

pklibrary.com

ادھر آفس میں وہ یوسف سے چھپتی پھرتی تھی۔ اس کا دل چاہتا تھا کہ کسی ایسی جگہ چھپ جائے جہاں سوائے اس کے کوئی نہ ہو۔ کوئی پریشانی کوئی دکھ کوئی کسک نہ ہو۔ حبیبہ کی موت کا ذمہ دار وہ یوسف کو گردانتی تھی لیکن اب وہ اسے بے گناہ لگتا۔ کیا اس کے اندر جذبے بدلنے لگے تھے۔ کیا نفرت کی جگہ کچھ اور تھا وہ ان باتوں سے پریشان تھی۔

☆☆☆

''آؤ باہر چلتے ہیں۔'' وہ اس کے پاس آیا۔

''میں مصروف ہوں۔'' اس نے بہانہ تراشا۔

''چلو تمہیں آئس کریم کھلاتا ہوں۔'' اس کے جملے نے دس سال پیچھے دھکیلا تھا۔ جب وہ اسے آئسکریم کھلانے لے جاتا تھا۔ اس کی پسند کا فلیور لے کر دیتا تھا۔

''میں بچی نہیں ہوں۔'' وہ گہری سوچ سے نکلی۔

''جانتا ہوں تم بچی نہیں ہو۔'' اس کے پوشیدہ طنز پر وہ کچھ نہ بولی۔

''آؤ میرے ساتھ۔'' وہ ملتجی تھا۔

''مجھے نہیں جانا۔'' اس کا فیصلہ دوٹوک تھا۔

''بہت محبت کرتا ہوں میں تم سے۔'' اس کے کہے الفاظ پر وہ اپنی جگہ جم سی گئی تھی۔ ''میں نے بہت کوشش کی کہ تمہیں بھول جاؤں پر ایسا نہیں ہو رہا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تمہارا اور میرا ملنا ناممکن ہے۔ لیکن میرا دل نہیں مان رہا۔ مجھے پتا ہے کہ میری اور تمہاری عمر میں کافی فرق ہے۔ میں لیکن میں بے بس ہوں اپنے دل کے ہاتھوں۔'' اس کی گمبھیر آواز نے جو طلسم پیدا کیا تھا اس کو توڑنا اس لڑکی کے بس میں نہ تھا۔

''بہت دکھ جھیلے میں نے، سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ اپنی زندگی میں دوبار ہی محبت کا شکار ہوا اور وہ بھی ایک ہی......''

''رابعہ کو مت بھولو۔'' اس کی آواز میں تلخی تھی۔

وہ مسکرایا۔

''مجھے کام ہے، اگر آپ اس وقت یہاں سے چلے جائیں۔''

زینب بنا اس پر نظر ڈالے ٹیبل پر فائلز کی ترتیب صحیح کرتی بولی۔ لیکن اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب وہ اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔

''حبیبہ کے بعد اگر میں نے کسی سے محبت کی تو وہ تم ہو۔''

''پلیز اسٹاپ اٹ۔ تم اپنی زبان سے میری بہن کا نام مت لو۔'' اس نے ترشی سے کہا۔

''بیوی تھی میری۔'' وہ سکون آمیز لہجہ میں گویا ہوا۔

وہ اذیت دے رہا تھا۔ اسے معلوم ہو گیا۔

''مجھے آپ کی ذاتی زندگی میں کوئی دلچسپی نہیں۔''

''مجھے بتانا ہے۔ کیونکہ مجھے پتا ہے کہ تم بھی......'' زینب کی زبان حلق تک سوکھ گیا۔ کیا وہ اس کے اندر کا حال جانتا تھا۔

''تم مجھ سے محبت کرتی ہو یا نہیں۔ لیکن میں تمہیں بتا دوں کہ میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔'' یک لخت کرسی پیچھے دھکیلا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ جاتے جاتے زور سے دروازہ بند کرنا نہیں بھولا۔

اگلے چند دن یوسف نے اس سے بات نہیں کی تھی البتہ رابعہ کے ساتھ وہ کافی خوش خوش نظر آتا رہتا تھا۔ ان کے قہقہے ان کی ہنسی زینب کو کوفت میں مبتلا کر دیتی۔

رات کو آفس کے لیے کپڑے پریس کر کے وہ جونہی بستر پر دراز ہوئی تو یوسف کی کال آئی تھی۔

''میں تمہاری محبت میں مر رہا ہوں تمہیں اس کا احساس ہے کہ نہیں۔ کیا تم بھی مجھ سے سیدھے منہ بات نہیں کرو گی۔ کیا ہمیشہ اسی طرح نظر انداز کرو گی۔'' اس نے کال کاٹ دی۔ ایک بار پھر وہ کال کرنے لگا۔

''کیا ہے؟'' وہ چلائی۔

''کل میں تمہاری ماں سے معافی مانگنے آ رہا ہوں۔'' اس کی تو روح ہی کانپ اٹھی تھی۔

"تم مت آنا۔" اس نے التجا کی۔

"پھر کیا کروں؟" وہ رونے لگی تو اس نے کال کاٹ دی۔

اگلے دن وہ کاریڈور میں کھڑا اپنے ماتحت سے بات کر رہا تھا۔ جب وہ اس کے قریب سے گزرنے لگی۔ وہ یکدم سے اس کی طرف متوجہ ہوا ماتحت چلا گیا تو وہ اسے روکتے ہوئے بولا۔

"تم ناراض تو نہیں۔"

"نہیں۔" اس نے سرنفی میں ہلایا اور آگے بڑھ گئی۔ کچھ دیر بعد یوسف نے اسے اپنے کمرے میں بلایا۔

"کوئی کام سمجھ میں نہ آئے تو مجھے کہنا بلکہ ادھر آؤ، یہ فائل دو مجھے، جتنا کام ہے میں کرلوں گا۔"

اس کی عنایت پر وہ جل بھن گئی۔

"میں خود کرلوں گی۔" اس نے فائل کھینچی۔

وہ مسکرایا۔

"آج لنچ پر چلوگی میرے ساتھ۔ اس کے لہجہ میں بڑی آس تھی۔"

"نہیں۔" وہ چلی گئی۔

وہ مسلسل کئی دن تک لنچ کی آفر کرتا رہا جسے آج بالآخر وہ رد نہ کرسکی وہ زچ ہو کر بولی۔ "چلیں۔"

جس جگہ وہ لنچ کرنے گئے وہاں زیادہ رش نہ تھا کھانا آڈر کرکے وہ خاموش تھی۔ وہ کنفیوژ تھی یا اس کے ذہن میں کوئی الجھن تھی وہ بغور نوٹ کر رہا تھا۔ ان کے ساتھ والی ٹیبل پر کچھ لڑکیاں آکر بیٹھیں ان سب کی نگاہوں کا ارتکاز یوسف تھا۔ ان سب کی نظروں کو خود پر محسوس کرکے وہ بہت خوش تھا وہ سوچ رہی تھی۔ وہ دھیمے دھیمے مسکرا رہا تھا۔ کھانا اس نے برائے نام کھایا۔ واپسی پر وہ شدید پچھتاووں میں گھری خود پر ناراض تھی۔ وہ دن اس کی زندگی کا برے ترین دنوں میں سے ایک تھا۔ جانے کیوں وہ اس دن بہت افسردہ تھی۔

☆☆☆

وہ دو دن آفس نہ جاسکی تھی۔ رشیدہ کی طبیعت ناساز تھی۔ وہ انہیں ڈاکٹر کے پاس لے کر گئی تھی رات کو یوسف کا فون آیا تھا۔

"تم دو دن سے آفس کیوں نہیں آرہیں۔"

اس کی گمبھیر طلسماتی آواز سنی تو ہر چیز جیسے بھول سی گئی۔ بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا کر وہ کچھ نہ بولی۔

"امی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔" اس کے دوبارہ پوچھنے پر وہ یہی کہہ سکی۔

"مجھے فون کرکے بتا تو سکتی تھی نا۔" اس نے شکوہ کیا۔

"سروقار کو بتایا تھا۔"

"مجھے کیوں نہیں۔"

"ضرورت نہیں سمجھی۔"

اس کی بات پر اس نے کال کاٹ دی تھی۔ ایک طویل سانس سینے سے خارج ہوئی، کندھے جھٹکتی وہ موبائل سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔ اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اپنی محبت کے اظہار پر بند باندھتے باندھتے وہ تھک گئی تھی۔ وہ جس خول میں قید تھی اس سے نکلی تو مطلب موت تھی۔ اس کی ماں اس کا گلا تو گھونٹ سکتی تھیں لیکن یوسف سے اس کا ملن کبھی برداشت نہ کرتیں۔ یہ کیسی محبت تھی جو بجائے سکون کے بے سکون کرتی جارہی تھی۔

☆☆☆

اس کے لیے رشتہ آیا تھا۔ جو اس نے فوراً سے پیشتر ٹھکرا دیا۔

"اس قدر اچھا رشتہ تم کیوں ٹھکرا رہی ہو۔" رشیدہ عاجز آگئی تھیں۔

"میں شادی نہیں کرنا چاہتی آپ کیوں نہیں سمجھتیں؟" اس کے ملتجیانہ لہجہ پر رشیدہ دکھی ہوگئیں۔

"اگر تمہیں کوئی پسند ہے تو بتاؤ۔ میں تمہارا رشتہ طے کروں گی اس کے ساتھ، میں وعدہ کرتی ہوں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں۔" اس نے بات چھپائی۔

"ماں سے بھی چھپاؤ گی۔"

"ماں کو بتانے کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ حبیبہ نے

pklibrary.com

بتایا تھا پھر کیا کیا آپ نے اس کے ساتھ۔" رشیدہ کی رنگت متغیر ہوگئی۔

"کیا ایک بار پھر کسی کے خون سے ہمارے ہاتھ رنگ جائیں۔" الفاظ تھے یا زہر جو جلا کر خاکستر کر رہے تھے۔

"وقت نے تھوڑا سبق دیا ہے جو باقی کسر تم پورا کرو گی۔ بیٹی گئی، شوہر گیا، بیٹا روپوش ہے یہ سزا کیا کم ہے۔" پھر گہری سانس لے کر بولیں۔ "بتاؤ نا جسے تم پسند کرتی ہو میں اس سے تمہاری شادی کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"آپ سن سکیں گی۔"

"بتا دو۔ اب تو ہر بات سننے کی عادت ہوگئی ہے۔"

"یوسف......"

رشیدہ کی قوت گویائی سلب ہو کر رہ گئی۔ پہلے تو متحیر پھر کرب سے یک ٹک دیکھتے ہوئے بولیں۔

"یوسف......"

"کہا تھا نا کہ آپ ایسا نہیں کر سکتیں۔"

"جانے یوسف میری نسل کو کب بخشے گا میرا دل بددعا دیتا ہے اسے۔ میری نسل کھا گیا وہ۔" شدید غم کی کیفیت میں مبتلا وہ زینب کے کمرے سے نکلتی چلی گئیں اور زینب کو گزرے سال یاد آنے لگے۔

☆☆☆

حبیبہ یوسف کی ماں سے سلائی سیکھنے جاتی تھی ان کا گھر پڑوس میں یوسف کے گھر کے سامنے ہی تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے۔ اگر یوسف کو حبیبہ سے محبت تھی تو حبیبہ کو بھی یوسف سے شدید محبت تھی۔ حبیبہ کی بات بچپن ہی سے چچازاد احمد سے طے تھی۔ یہ بات یوسف کو تب پتا چلی تھی جب یوسف کے کہنے پر اس کی ماں اس کا رشتہ لے کر ان کے گھر آئی تھی۔ یوسف بہت افسردہ تھا لیکن حبیبہ کو شدید رنج تھا۔ حبیبہ رو رو کر ہلکان تھی۔ اور بار بار خود کشی کی دھمکی یوسف کو دیتی تھی۔ وہ بہت دل برداشتہ تھی۔

ایک دن جب وہ دونوں ملے تو بھی وہ زہر کھانے اور مرنے کی باتیں کر رہی تھی۔

"تو پھر کیا کروں میں۔" یوسف بھی زچ ہوا تھا۔ ان نامساعد حالات نے انہیں انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور کیا تو وہ دونوں ایک انتہائی فیصلہ کر بیٹھے۔ گھر سے بھاگنے کا۔

وہ دونوں گھر سے بھاگ گئے۔ سارے علاقے میں کہرام مچا تھا جو سن رہا تھا دونوں پر لعنت ملامت کر رہا تھا۔ کچھ عرصہ تک وہ روپوش رہے۔ حبیبہ کا بھائی ان کے خون کا پیاسا بن گیا تھا۔ کئی مہینے گزرنے کے بعد دونوں خاندانوں میں صلح و مشورے سے اور باہمی رضامندی سے اس رشتے کو قبول کر کے معاف کرنے کا جب عندیہ ملا تو انہیں واپس بلایا گیا۔ ان دونوں نے خفیہ نکاح کیا تھا۔ ان کے واپسی پر باقاعدہ ولیمہ کیا گیا۔ وہ دونوں خوش تھے حبیبہ امید سے تھی رشیدہ بیٹی سے ملنے ان کے گھر آتی تھیں کئی بار والد اور بھائی بھی ملنے آئے تھے۔ یوسف پڑھ رہا تھا۔ یوسف کا باپ گریڈ چودہ کا ملازم تھا۔ ایک ہی بیٹا تھا گزر بسر اچھی ہو رہی تھی۔

یوسف حبیبہ کی سنگت میں بہت خوش تھا۔ وہ باقاعدگی سے اس کا چیک اپ کرانے لے جاتا۔ ان دنوں حبیبہ کی طبیعت بوجھل تھی۔ دل عجیب سا بے چین ہو رہا تھا کہ اتنے میں اس کی ماں اور زینب اس سے ملنے آئی تھیں۔ اس دن ان میں کافی ہنسی مذاق چلتا رہا۔ اور پھر اسی رات جب ساری دنیا خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہی تھی کہ رات بارہ بجے اسے حسن کی کال آئی تھی وہ ان کے شہر آیا تھا اور ویگن کے اڈے پر اس کا انتظار کر رہا تھا وہ جلدی سے اٹھا اور تیار ہو کر اسے لینے نکلا۔

اسی رات ٹھیک ایک بجے موت اور تباہی نے اس کے گھر پر دھاوا بول دیا تھا فائرنگ سے سارا علاقہ گونج اٹھا تھا۔ اس گھر میں چار افراد کا بڑی بے دردی سے قتل ہوا تھا۔

وہ اور حسن ٹیکسی میں بیٹھ ہی رہے تھے جب

پرویز نے اسے کال کر کے سب کچھ بتایا تھا۔

"گھر مت آنا۔ جنید نے تمہارے سارے گھر والوں کو مار دیا ہے۔"

اس کے قدموں تلے سے زمین جیسے کھینچ لی گئی تھی۔ اس رات ٹیکسی میں وہ اور حسن یہاں سے دور کسی دوسرے شہر چلے گئے تھے۔ جبکہ اسی رات جنید بھی اپنے گھر والوں کے ساتھ شہر چھوڑ کر چلا گیا تھا۔

تھیں جب اس گھر کے در و دیوار کسی کے ناحق خون سے رنگ گئے تھے۔ اس کی اجڑی صورت رشیدہ کی تکلیف کو بڑھا رہی تھی۔ وہ بلڈ پریشر کی مریضہ تھیں اس کا بلڈ پریشر چڑھنے لگا تھا۔ اور پھر ایک ایسی ہی کالی سیاہ رات رشیدہ کو دوسرا ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ وہ ہاسپٹل میں ایڈمٹ تھیں۔ اس کی حالت کافی سیریس تھی وہ اس تنہائی اور اکیلے پن میں اور قنوطی ہوتی جا رہی تھیں۔

☆☆☆

اگلے دن اپنے گھر کے دروازے پر یوسف کو دیکھ کر وہ شدید حیرت سے دوچار تھی۔

"میں آنٹی سے ملنے آیا ہوں۔ معافی بنا یہاں سے نہیں جاؤں گا۔" وہ اپنی ضد پر اڑا تھا۔ اس کی ماں پرسکون سی بیٹھے ہوئے چپ تھیں۔

"میں آپ سے معافی مانگنے آیا ہوں جو کچھ کیا میں نے وہ طریقہ غلط تھا اگر آپ کی رضا نہ تھی تو مجھے بھی زبردستی نہیں کرنی چاہیے تھی۔ اولاد کو بھی اپنی مرضی منوانے کے لیے غلط طریقہ کار نہیں اپنانا چاہیے۔ اس سے خاندان اور نسلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ آپ نے بھی بیٹی کھوئی میں نے بیوی بچہ اور ماں باپ کھوئے۔" وہ دلگیر تھا۔ "میں مزید گناہ کا بوجھ اپنے وجود پر نہیں لاد سکتا۔ آپ میرے لیے اتنی ہی معتبر ہیں جتنی کہ حبیبہ کے لیے تھیں۔"

"میں نے تو کب کا معاف کیا۔ میری غلطیوں کی سزا اگر میری اولاد کو مل رہی ہے تو اللہ مجھے معاف کرے۔ اب جاؤ بیٹا۔ آئندہ یہاں مت آنا کہ جوان بیٹے پر ماں کا زور نہیں چلتا۔"

اس دن اس کا وجود ہلکا پھلکا ہو گیا تھا لیکن اضطراب کی کیفیت چھٹی نہ تھی۔

☆☆☆

رشیدہ کئی دنوں سے چپ چاپ تھیں۔ لیکن زینب کچھ زیادہ ہی مضمحل اور یاسیت میں گھری نظر آ رہی تھی۔ ماں کے لیے الگ پریشان تھی خالہ اور زہرا کو ان کا بیٹا عمرہ پر لے کر گیا تھا۔ گھر میں اب خاموشی کا راج تھا۔ اس گھر سے خوشیاں اس دن سے چلی گئی

یوسف کو آفس سے پتا چلا تھا وہ بھی ماں کی خیریت معلوم کرنے آیا لیکن اسے یہ نہیں پتا تھا کہ یہاں آ کر وہ ہو جائے گا جو اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ ہاسپٹل سے واپسی کے بعد رشیدہ نے اسے بلایا اور زینب کے ساتھ اس کا نکاح کیا۔

نکاح کے اگلے دن وہ ترکی چلا گیا تھا۔ کمپنی کی طرف سے اُسے ترکی بھیجا گیا تھا جس شام وہ ترکی گیا اسی رات رشیدہ کی وفات ہو گئی۔ اس کی بے یار و مددگار لاش کو کندھا محلے والوں نے دیا تھا۔ غرور انسانی ذات کے لیے ہی نہیں۔ خاک کی چیز خاک میں ملتی ہے۔ اگلے چند دن بعد خالہ اور زہرا آ گئی تھیں۔ رشیدہ کی مرنے کی خبر نے انہیں بھی رنجیدہ کر دیا تھا۔ وہ تو پہلے ہی صدمے اور دکھ کی گہری چھاپ میں تھی اسے دنیا کی کوئی خبر نہ تھی۔

پورے دو ہفتے بعد یوسف کا فون آیا تھا۔ رشیدہ کی طبیعت کا پوچھا۔

"اس نے رشیدہ کے انتقال کی خبر اس سے چھپالی کہ وہ اس پر ترس کھا کر کہیں چلا نہ آئے۔"

اس کی ماں کو گزرے چار مہینے ہو گئے تھے خالہ وزیرا کے ساتھ نے اس کو ڈھارس دی تھی۔ دن پر لگا کر اڑ رہے تھے خالہ وزیرا بازار گئی تھیں گھر کے کاموں سے فارغ ہو کر اس نے کھانا بنایا اور پھر رسالہ لے کر دھوپ میں بیٹھ گئی۔ بوریت ختم ہونے کا نام ہی نہ لے رہی تھی موبائل اٹھایا اور یوسف کا نمبر پریس کیا۔ فون کسی لڑکی نے اٹھایا۔

"یوسف۔" اس کی آواز میں تحیر تھا۔

"جی وہ تو واش روم میں ہیں۔ میں آپ کا بتا دوں گی۔ کال بیک کر لیں گے وہ۔" لڑکی کی آواز نے اس کے کانوں سے دھواں اڑا دیا۔

"جی نہیں، انہیں صرف یہ کہنا ہے کہ آئندہ فون نہیں کرنا ہے۔"

وہ کال کرتا رہا۔ وہ نظر انداز کرتی رہی۔

رات کو وہ عشاء کی نماز پڑھ رہی تھی جب دوبارہ کال آئی اسے نماز پڑھتا دیکھ کر خالہ نے کال اٹینڈ کی۔

"بیٹا! وہ تو نماز پڑھ رہی ہے۔" پھر خالہ نے جو طویل بات شروع کی کہ ساری داستان سنا دی۔ اسے خالہ پر شدید غصہ آ رہا تھا جس بات کو اتنے مہینے سے چھپا رہی تھی وہ سب بتا گئی تھیں۔

"بیٹا! لو وہ تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

"تم نے بتایا کیوں نہیں مجھے۔" اس نے زینب کو لتاڑا۔ اس کی خاموشی پر دوبارہ بولا۔ "تمہیں تو میں دیکھ لوں گا۔" یوسف نے کہہ کر فون بند کر دیا۔ کچھ دن کاغذات اور ویزے میں لگا پھر اسے کال کر کے ترکی آنے کا بتایا تو وہ پہلے سے ہی اکھڑ گئی۔

"میں نہیں آ سکتی۔"

"دیکھو میرا دماغ خراب مت کرو، کل کی فلائٹ ہے۔ میں خود نہیں آ سکتا اس لیے تمہیں اکیلے ہی آنا ہوگا۔" پھر وہ اکیلے ہی چلی گئی۔

ایئرپورٹ پر وہ لینے آیا تھا بلیک جینز پر وائٹ شرٹ پہنے گلاسز لگائے وہ اس کی جانب آیا تو وہ چونک اٹھی۔

"دو اپنا بیگ۔" اس کا بیگ ہاتھ میں لے کر وہ گاڑی کی طرف آیا۔

"سفر کیسا رہا۔" گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے وہ پوچھ رہا تھا۔

"ٹھیک تھا۔" استنبول کی سڑکوں کو غور سے دیکھتی وہ اس سے کہہ رہی تھی۔

وہ گھر آ گئے۔ دو بیڈ رومز کا چھوٹا سا گھر اسے حقیقتاً بہت اچھا لگا تھا باہر چھوٹا سا باغیچہ جس میں بہت سے خوب صورت پھول تھے بالکل وائٹ سا نکھرا نکھرا سا گھر۔

"میرا کمرا کون سا ہے؟" پورا گھر دیکھنے کے بعد وہ اس سے مخاطب تھی۔ ایک پل کو تو وہ کچھ حیرانی سے اسے دیکھتا رہا پھر یکدم سے بولا۔

"وہ سامنے والا۔"

اس نے نوٹ کیا وہ اس سے کترا رہی تھی یا پھر خفا تھی لیکن اس نے بھی زیادہ کریدا نہیں۔

وہ صبح سویرے کام پر چلا گیا۔ وہ گھر پر اکیلی تھی کام کرنے کو کچھ نہ تھا۔ وہ باہر باغیچہ میں نکل آئی تھوڑی دیر چہل قدمی کی، اتنے میں یوسف کی کال آئی۔

"شام کو کھانا باہر کھائیں گے تیار رہنا۔"

شام کو جب وہ آیا تو وہ سادہ سی تیار تھی ریسٹورنٹ میں کافی رش تھا ایک لڑکی کونے والی ٹیبل پر ان کا والہانہ استقبال کرنے کو تیار کھڑی تھی۔

"السلام علیکم! کیسی ہو؟" پھولوں کا بکے دیتے وہ بڑے تپاک سے ملی۔

"شاید یہ وہی ہے۔" وہ دل میں سوچنے لگی۔

زینب کی طبیعت مکدر ہو گئی اسے اس لڑکی سے بیر ہو گیا تھا۔ بے دلی سے کھانا کھایا، یوسف اس کی بے چینی اور اضطراب محسوس کر رہا تھا۔ واپسی میں بھی وہ خاموش تھی گھر میں داخل ہوتے ہی یوسف نے اسے روکتے ہوئے پوچھا۔

"تمہیں علینا سے کوئی مسئلہ ہے۔"

"مجھے کیا مسئلہ ہو سکتا ہے۔" کچھ پل بعد یوسف نے کہا۔

"تم بہت روڈ تھیں اس کے ساتھ۔"

"میں ہوں ہی ایسی۔" اس نے طنز دے مارا۔

"تم نے روڈ بی ہیو کیا مجھے اچھا نہیں لگا۔" پھر اسے جاتا دیکھ کر بولا۔ "مجھے ایک کپ چائے بنا دو۔"

یوسف کے الفاظ نے اسے دکھ دیا لیکن وہ زیادہ نخرے نہیں دکھا سکتی تھی کہ وہ اس کے رحم و کرم پر تھی چائے رکھ کر وہ جانے لگی تو اس نے کہا۔

pklibrary.com

"ذرا سر دبا دو۔"
کچھ دیر کی کشمکش و پیچ کے بعد اس نے بیڈ کے کنارے بیٹھ کر سر دبانا شروع کیا۔ یوسف کی آنکھیں بند تھیں۔
"حبیبہ کے ہاتھوں میں جادو تھا جب وہ میرا سر دباتی تھی تو مجھے......"
زینب اس کی بات پوری سن نہ پائی اٹھ کر تیزی سے کمرے سے نکل گئی۔ وہ حیران و پریشان سا اٹھ کر دروازے کی طرف دیکھتا رہا۔
صبح سنڈے تھا وہ دیر سے اٹھا کچن میں آیا وہ پہلے ہی موجود تھی وہ چائے بنا رہی تھی وہ بغور اسے دیکھے جا رہا تھا اسے لگا جیسے وہ ساری رات روتی رہی ہو۔ اس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں بالکل سرخ۔ ناشتا ٹیبل پر لگا کر وہ اس سے بچنے کی خاطر باہر جانے لگی۔ تو اس نے ہاتھ پکڑ کر روکا۔
"پھر حبیبہ کا نام نہیں لوں گا۔"
"میں نے ایسا نہیں کیا۔"
"پھر مسئلہ کیا ہے؟" وہ اس کی آنکھوں میں بغور دیکھتا بولا۔
"وہ لڑکی کون ہے جس کے لیے تم نے مجھے باتیں سنائیں۔" وہ پھٹ پڑی۔
"وہ میرے ساتھ کام کرتی ہے۔"
"ٹھیک ہے اب جانے دو مجھے۔" وہ لاؤنج میں گئی جب وہ لاؤنج میں آیا تو وہ کمرے میں چلی گئی وہ ٹی وی دیکھنے لگا۔
زینب اس کے رویے کو اس کی بے رخی گردان رہی تھی، اس کے خیال میں وہ اس لڑکی پر فریفتہ تھا۔ وہ جب سے یہاں آئی تھی یوسف سے ایک محبت بھرا جملہ نہ سنا تھا اسے لگ رہا تھا کہ وہ ایک مکان کے کرائے دار تھے۔
اگلے ویک اینڈ وہ دوستوں کے ساتھ تفریح کی غرض سے کسی دوسرے شہر گیا تھا۔ وہ رات دیر تک اس کا انتظام کرتی رہی لیکن وہ نہ آیا۔ اس نے کال کی۔
"باہر برف پڑ رہی ہے۔ ہمارا آنا کینسل ہے۔ میں صبح آؤں گا۔" اس کے ان الفاظ پر تو دھیان ہی نہیں تھا دھیان تو بیک گراؤنڈ میں سے آتی آوازوں میں سے علینا کی چہکتی آواز پر تھا جس کو سن کر وہ سن ہو گئی۔ وہ پوری رات اس نے جلتے کوئلوں پر بتائی تھی۔ اس کی تو سوچ بھی ایک اس کی وجہ سے جان سے چلی گئی تھی دوسری کو بے وقوف بنا کر گھر میں بٹھا دیا اور خود باہر عیاشیاں کرتا پھر رہا تھا۔
"میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔" اپنے گالوں پر آئے آنسوؤں کو صاف کر کے اس نے دل میں تہیہ کر لیا۔

☆☆☆

اگلی صبح وہ گھر آیا وہ لاؤنج کی صفائی کر رہی تھی۔
"رات کو برفباری کی وجہ سے......"
"میں پاکستان جانا چاہتی ہوں مجھے آج کا ہی ٹکٹ چاہیے۔" بات کاٹ کر اس نے بالکل سپاٹ آواز میں کہا۔
یوسف کو جیسے کرنٹ لگا۔
"کیا...... تم اکیلے کیسے رہو گی۔"
"یہ میرا مسئلہ ہے۔"
اس کی ہٹ دھرمی پر وہ قدرے سکون سے بولا۔
"تو جاؤ۔" وہ کچن میں پانی پینے گیا۔ زبان سوکھنے لگی تھی۔
"میرا ٹکٹ۔" وہ اس کے سامنے آئی۔
"میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔" اس نے ٹالا۔
"عیاشی کے لیے ہیں۔" اس کے الفاظ پر صبر کے گھونٹ پیتا وہ نرمی سے بولا۔
"تنگ مت کرو وہاں رہو گی کس کے پاس۔"
"یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔"
"پاکستان تو میرے بغیر نہیں جا سکتیں۔" اس نے دو ٹوک کہا۔
وہ رونے لگی۔ "مجھے نہیں رہنا تمہارے

ساتھ۔"

"دیکھو میں پوری رات سو نہیں پایا اب مجھے سونے دو بعد میں بات کروں گا۔" اس کی بات نے آگ بھڑکائی تھی۔

"مجھے تمہارے ساتھ نہیں رہنا سمجھ میں نہیں آرہا۔" وہ چلائی۔

گلاس ٹیبل پر رکھ کر اس کا ہاتھ پکڑے وہ اسے لاؤنج کے صوفے پر بٹھاتا بولا۔

"مجھے پتا ہے کہ تم میرے بغیر نہیں رہ سکتیں کیونکہ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا اب یہ بتاؤ کہ جانے کی بات کیوں کر رہی ہو۔ اگر تم یہ سمجھ رہی ہو کہ میں ساری رات علینا کے ساتھ تھا تو یہ بالکل غلط ہے میں دوستوں کے ساتھ تھا، علینا بھی تھی۔ ہم برف باری کی وجہ سے رک گئے تھے۔ وہاں دوسری لڑکیاں بھی تھیں تمہارے ہوتے ہوئے میں کسی دوسری......" کچھ توقف بعد بولا۔

"اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو میں علینا کے ساتھ شادی نہ کر لیتا۔ کون روک سکتا ہے مجھے اس کے دل میں کیا ہے یہ میں نہیں جانتا لیکن میرے دل میں صرف تم ہو۔" اس کی روتی برستی آنکھوں کو محبت سے دیکھتا وہ مزید گویا ہوا۔ "میں تمہارے قریب کیسے آؤں کیونکہ پہلے ہی دن سے تم نے اپنا کمرہ الگ کر لیا تھا میں زبردستی کا قائل نہیں پھر تم ہی بتا دو کہ میں......" وہ رکا۔

"تم نے کبھی محبت کا اظہار نہیں کیا۔" اس کے لبوں نے شکوہ کیا۔

"ابھی بھی کیا ہے پہلے بھی کیا ہے۔" وہ حیران ہوا۔

"جب سے میں استنبول آئی ہوں یاد کرو کبھی تم نے میری تعریف کی ہو یا محبت بھرا کوئی جملہ کہا ہو۔ مجھے لگا تم پچھتانے لگے مجھ سے نکاح کر کے۔" وہ شدت سے رونے لگی۔

وہ مسکرانے لگا۔ اپنا بازو اس کے کندھے کے گرد لپیٹے وہ اس کو اپنے سینے سے لگاتا بڑے جذب سے بولا۔

"تمہاری جگہ یہاں ہے۔" میں یہ بھول گیا تھا کہ جو لڑکی اپنی بہن سے جلتی ہو وہ زندہ خوب صورت لڑکی سے کیوں نہ جلتی ہوگی۔ یار یہ تو زیادتی ہے میں کسی اور کی تعریف نہیں کر سکتا۔"

اس کے پھولے منہ کو دیکھ کر یوسف بے اختیار مسکرانے لگا۔ پھر بڑی آس سے پوچھا۔

"اب بھی پاکستان جاؤ گی۔" زینب نے کوئی جواب دیے بغیر سر جھکا لیا۔

☆☆☆

اس کا رویہ اس کے ساتھ بہت نرم اور محبت آمیز تھا۔ شب و روز بہت اچھے گزر رہے تھے جنید نے کال کی تھی شاید خالہ وزیرا سے نمبر لیا تھا اس نے۔ زینب کو خوب گالیاں دی تھیں۔ ماں پر لعنت بھیجی تھی۔ وہ دھمکیاں بھی دیتا رہا۔ وہ سب کچھ سنتی رہی کیا کرتی کہ غلطی اس کی تھی۔

وہ امید سے ہوئی تو یوسف اس کا بہت خیال رکھنے لگا تھا۔ سب کچھ ٹھیک تھا لیکن سب ٹھیک نہیں رہا جب اس ہنستے بستے گھر میں نفرت کی چنگاری بھڑک اٹھی تھی۔

اسے پیاس لگ رہی تھی وہ پانی پینے کمرے سے نکلی، رات کا ایک بج رہا تھا۔ رات وہ جلدی سو گئی تھی ان دنوں اس کی روٹین عجیب سی ہو گئی تھی یوسف دیر تک ٹی وی دیکھتا اس کے آرام کی غرض سے وہ بھی کبھار خود بھی جلد سونے کی کوشش کرتا لیکن آج نیند نہیں آئی تو ٹی وی کے سامنے بیٹھا کسی سے موبائل پر باتوں میں مصروف تھا۔

"ہاں میں اس سے انتقام لینا چاہتا تھا۔ کس طرح اس کی ماں اور بھائی نے میرے خاندان کو تباہ کر دیا۔ میرا بچہ میری بیوی کیسے بھول سکتا ہوں میں۔ پھر دیکھو اسی یوسف سے جس سے اس کی ماں بے پناہ نفرت کرتی تھی کیسے خود ہی بلایا اور اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا۔ اب اگر وہ زندہ ہوتی تو دیکھ لیتی کہ کس طرح اس کی دوسری بیٹی بھی اسی یوسف کے بچے کی ماں

pklibrary.com

"بننے والی ہے۔"

یہ اس نے کیا سنا۔ وہ رات تھی یا قیامت۔ اس کی ذات کے تو پرخچے اڑا دیے اس شخص نے...... دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں۔ ایک آگ نے پورے جسم کو لپیٹ میں لے لیا تھا۔ وہ زندہ کیسے تھی اسے خود ادراک نہ تھا۔ وہ بستر تھا یا کانٹوں بھرا دوزخ۔ لرزتے وجود کو تھامے وہ لیٹی پر نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اس شخص کی طرح جواب اس سے بہت دور ہو گیا تھا۔

دیر سے سونے کی وجہ سے وہ صبح دیر سے اٹھا وہ کمرے میں نہیں تھی۔ اس نے پورے گھر میں دیکھ لیا۔ وہ کہیں نہیں تھی۔ وہ حیران ہوا۔ وہ کبھی بتائے بغیر گھر سے نہیں نکلی تھی۔ کال کی جو کہ اٹینڈ نہیں ہوئی۔ فون بند تھا۔ اس کے دل کو کچھ ہونے لگا۔ کچھ یاد آنے پر اس کے پیروں سے زمین نکل گئی۔

"تو کیا اس نے میری باتیں سن لیں۔" اس کے دل کو کچھ ہونے لگا۔ اس نے ہر جگہ ڈھونڈا وہ نہیں ملی۔ سوچ سوچ کے اس کی دماغ کی رگیں پھٹنے لگیں۔

ایک دن گزر گیا، دوسرا دن بھی۔ وہ کسی دوست کو نہیں بتا سکتا تھا، حسن پاکستان میں تھا وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ حسن کے ساتھ ہونے والی گفتگو سن چکی تھی موبائل آف تھا وہ پاگل ہوا جا رہا تھا تیسرے دن علینا کی کال آئی تھی۔

"زینب میرے گھر پر ہے، آجاؤ۔"

اس نے اطمینان بھری سانس لی۔ اسی وقت وہ وہاں چلا گیا۔ وہ بہت اجڑے حلیے میں اس کے سامنے تھی۔

"میں اس سے بات نہیں کروں گی۔" زینب نے علینا سے کہا۔

علینا نے اس کے علم میں لائے بغیر یوسف کو بلایا تھا۔ وہ اسے یہاں دیکھ کر شدید طیش میں آئی تھی۔ علینا یوسف کو دیکھ کر آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ کہتی گھر سے چلی گئی۔ اس نے دونوں کو تنہائی میں بات کرنے کا موقع دیا تھا۔ وہ اس کے قریب آیا تو وہ چلائی۔

"گھن آتی ہے مجھے تم سے۔ انتہائی کمینے ہو تم۔ دفع ہو جاؤ، ورنہ میں یہاں سے بھی کہیں چلی جاؤں گی۔"

"چیخو مت، تمہاری طبیعت......"

"اللہ کرے یہ بچہ پیدا ہی نہ ہو، مر جائے۔" وہ چلائی۔

"اب اگر ایک بھی غلط لفظ میرے بچے کے لیے تمہاری زبان سے نکلا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔" وہ برداشت نہ کر پایا۔

"تم سے برا کوئی ہے ہی نہیں۔ میں تمہاری شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتی۔ انتقاماً شادی کی تھی تو جاؤ اب تمہارا انتقام پورا ہوا اب کیا لینے آئے ہو۔ یہاں سے جاؤ۔"

وہ اس دن ناکام لوٹا۔ وہ کوئی بات سننے کو تیار نہ تھی۔ علینا سے بات کرتے ہوئے اس نے کہا۔

"اسے سمجھاؤ نا، وہ تو پاگل ہو گئی ہے۔"

"تم اسے اس کے حال پر چھوڑ دو، وہ کچھ دنوں میں خود ہی ٹھیک ہو جائے گی۔ ایسی حالت میں عورت کو کچھ مسئلے مسائل ہوتے ہیں۔" تین دن بعد آیا تو اس نے ملنے سے انکار کر دیا۔

ایک دن علینا کی غیر موجودگی میں وہ آیا اسے ساتھ جانے کا کہا۔

"میں تمہیں نہیں جانتی۔" اس نے پہچاننے سے ہی انکار کیا۔

"یہ ناٹک چھوڑو......"

"تم منافق ہو میں کسی منافق کو نہیں جانتی۔"

وہ اس کے قریب بیڈ پر بیٹھا تو وہ یکدم سے اٹھنے لگی اس نے ہاتھ پکڑ کر اسے واپس بٹھایا۔

"ہاں، وہ سب میں نے کہا تھا پر وہ پہلے کی بات تھی جب میرے دماغ میں انتقام کی بات چل رہی تھی میں بھی انسان ہوں میں بھی خطا کر سکتا ہوں۔ کیا تم مجھے مارنے نہیں آئی تھیں کیا تمہیں بھائی

pklibrary.com

اسلام علیکم!
ہمیں اپنے Blog Kitabdost
http://kitabdostpk.blogspot.be
اور readingpoint
http://readingpointpk.blogspot.be
کے لیے لکھاریوں کی ضرورت ہے جو ہمارے لیے ناولز
لکھ سکیں جو خواتین و حضرات شوقین ہیں وہ
ہمیں اپنی تحریر (ناول،ناولٹ،افسانہ قسط وار ناول)
اس میل آی ڈی پہ سینڈ کر سکتے ہیں
maisrasultan@gmail.com
فیس بک پہ بھی اس میل کے زریعے رابطہ کریں

نے......"

"میں نے تمہیں بتا دیا تھا کہ میرا بھائی کیا چاہتا ہے۔" وہ تصحیح کرتے ہوئے چلا کر بولی۔

"تم نے جھوٹ بول کر شادی کی۔ محبت کا دھوکا دیا۔" وہ رونے لگی۔ "تبھی میں کہتی تھی کہ تم مجھ سے محبت نہیں کرتے۔ میں سچ سوچتی تھی تم نے محبت کے نام پر لوٹا ہے۔"

اس نے اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر پھیلانا چاہا جسے زینب نے سختی سے جھٹکا۔

"ہاں انتقاماً شادی کی لیکن جب تمہاری ماں کے انتقال کا پتا چلا تو یہ انتقام خود بخود ختم ہو گیا۔ اور محبت تو میں......"

"جھوٹ مت بولو۔ دغاباز انسان میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گی۔" اس نے اپنا فیصلہ سنایا۔ وہ کسی صورت ماننے کو تیار نہ تھی۔

کئی دن گزرے وہ ٹس سے مس نہ ہوئی علینا نے کافی سمجھایا اس کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ علینا نے یوسف سے کہا کہ وہ جاب کر کے اپنا اور بچے کا خرچا خود اٹھانا چاہتی ہے اور جلد ہی اپنے رہنے کا ٹھکانا ڈھونڈ لے گی۔

یوسف بھڑک اٹھا اور اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔

☆☆☆

دن پر لگا کر اڑ رہے تھے رات کو وہ گہری نیند سویا تھا جب علینا کی کال آئی۔

"یوسف زینب کی طبیعت ٹھیک نہیں جلدی آؤ۔"

اس نے بستر سے چھلانگ لگائی۔ جانے وہ کتنے منٹوں میں پہنچا تھا۔ وہ اسے وہاں سے سیدھے ہاسپٹل لے گئے تھے۔ صبح ایک نئی امید کے ساتھ بے دار ہوئی تھی۔ اس نے بیٹے کو جنم دیا تھا۔ دو دن ہاسپٹل میں رہ کر وہ اسے سیدھا گھر لے آیا تھا۔ وہ چیختی چلاتی رہی لیکن یوسف نے ایک نہ سنی۔ گھر آ کر بھی اس نے کافی فساد ڈالا تھا لیکن یوسف نے جیسے کانوں میں روئی ڈالی تھی۔

وہ ہر گزرتے دن کے ساتھ روڈ اور کترائی کترائی سی رہی۔ فہد کو سنبھالتی وہ گھر کے کاموں میں مصروف رہتی۔ وہ اس کی بے اعتنائی کا شکار تھا۔

فہد کو گود میں اٹھائے وہ ٹی وی دیکھنے میں منہمک تھا جب وہ اس کے پاس آئی تھی۔

"سلانا ہے اسے۔" فہد تین مہینوں کا ہونے والا تھا۔

"ابھی کھیل رہا ہوں اس کے ساتھ۔"

یکدم سے جھپٹ کر لینا چاہا تو حیران ہوتا وہ اسے خود ہی اس کے حوالے کر گیا۔ ٹی وی سے بور ہو کر وہ کمرے میں آیا وہ فہد کو سلا چکی تھی اور نماز پڑھ رہی تھی۔ وہ بیڈ پر دراز اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ نماز پڑھ کر بے نیازی سے وہ بیڈ کے دوسرے کنارے بیٹھ کر اس کے جانے کا انتظار کرنے لگی۔

"میں یہیں سوؤں گا۔"

"تو میں دوسرے کمرے میں سو جاؤں گی۔" اس نے اٹھ کر کہا تو وہ جلدی سے اٹھا اور اس کے سامنے آیا۔

"جہاں تم ہوگی وہاں میں ہوں گا۔" کچھ پل اس کی آنکھوں میں براہ راست دیکھتے رہنے کے بعد اس نے نہایت درشتی سے کہا۔

"کب تک ڈھونگ رچاؤ گے۔ کتنی منافقت دکھاؤ گے۔"

"اور تم کب تک ذلیل کرو گی اور کتنا ذلیل کرو گی۔ کہا تھا نا کہ انتقام لینے کا سوچا تھا لیکن تمہاری ماں کی وفات کے بعد میرا وہ انتقام سب ملیامیٹ ہو گیا تھا۔ میں تو صرف انہیں اذیت دینا چاہتا تھا میں سچ کہہ رہا ہوں یہی سچائی ہے۔ میں اس وقت کمینہ پن دکھا رہا تھا لیکن جب مجھے پتا چلا کہ تم تنہا ہو تو میں نے......"

"تو تم نے ترس کھایا، رحم کیا، ہے نا......" مزید کرختگی سے بولی۔ "ہمدردی...... ہاں۔"

"یہ تم یوں بھی کہہ سکتی ہو کہ محبت سے مغلوب

pklibrary.com

ہوکر......"
اس نے یکدم سے یوسف کی بات کاٹی۔
"پھر جھوٹ۔"
"تو ٹھیک ہے، جو بھی ہے اب میں ہی تمہارا ہوں اور تم ہی میری ہو۔ جو سمجھتی ہو وہ سمجھتی رہو تم۔ میں بتا بتا کر تھک چکا ہوں۔ اب تم مرو یا جیو اب صرف میری ہو۔ یہاں سے جانے کا مطلب تمہاری ٹوٹی ہوئی ٹانگیں ہوں گی۔" وہ غصے سے بولا۔
"میں یہاں اس کمرے سے دفان ہو رہا ہوں اب بھی تمہارے قریب نہیں آؤں گا جب تک تم خود نہیں بلاؤ گی چاہے ساری زندگی ایسے ہی گزر جائے اور ہاں۔" پلٹ کر نہایت ترشی سے مزید بولا۔
"اب اس موضوع پر کوئی بات نہ سنوں ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔" وہ چلا گیا۔ جاتے جاتے دروازہ دھاڑ سے بند کرنا نہ بھولا تھا۔

☆☆☆

"پچھلے آٹھ مہینے سے وہ مجھ سے بات نہیں کر رہی۔ ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے وہ ایک اجنبی کی طرح بی ہیو کر رہی ہے اب بیٹے کے بعد تو میری کتے جتنی اوقات بھی نہیں۔ میں کسی کو خوش رکھ ہی نہیں پایا۔ دل کرتا ہے خود کو ختم کرلوں۔ نہ میرا وجود ہوگا نہ ہی یہ مسئلے مسائل۔"
وہ علینا سے بات کر رہا تھا وہ بہت دل برداشتہ تھا۔ علینا ان کے گھر آئی ہوئی تھی۔ زینب کچن میں تھی جبکہ وہ دھیرے دھیرے علینا سے کہتا کافی مضمحل دکھائی دے رہا تھا۔ زینب چائے لے کر آئی تو وہ دونوں خاموش ہوگئے۔ وہ بھی صوفے پر بیٹھی اور علینا سے ہلکی پھلکی باتیں کرنے لگی۔ علینا کے جانے کے بعد جب وہ رات کو بستر پر لیٹی تو ساری رات کروٹیں بدلتی گزری۔
"اگر میں اکیلی ہوں تو وہ بھی تو تنہا ہے۔ میرا تو بھائی ہے اس کا تو میرے سوا کوئی نہیں۔ اگر اس نے غلطی کی تو سب سے زیادہ غلطی تو میرے گھر والوں نے کی۔ حبیبہ کو مارا اس کے گھر والوں کو مارا۔ پھر میں صرف اس کو کیوں خطا کار ٹھہراؤں۔ میں نے بھی تو گناہ کیا تھا اسے مارنے میں شریک تھی۔ اگر اس نے دل برداشتہ ہو کر انتہائی قدم اٹھا لیا تو۔" اس کی روح کانپ اٹھی۔
صبح کسلمندی سے بے دار ہوتی جب وہ کچن میں آئی تو وہ پہلے ہی کچن میں موجود تھا ایک عام سی نظر ڈالتا وہ لاؤنج میں چلا گیا۔ ٹی وی دیکھتے دیکھتے وہ سو گیا تھا۔
"ناشتا بنا دوں۔" وہ یوسف کے پاس آئی، اس نے جواب نہیں دیا۔ دوبارہ کہنے پر بھی جواب نہ آیا تو اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا بخار چیک کیا۔ "طبیعت ٹھیک ہے؟" وہ ایک بار پھر پوچھنے لگی۔ جواب نہ ملنے پر وہ قریب صوفے پر بیٹھ گئی اور ہلکے ہلکے اس کا سر دبانے لگی۔
"مت کرو عادت ہو جائے گی۔" اس نے روکا۔ وہ بدستور دباتی رہی۔
"طبیعت ٹھیک ہے؟"
"ٹھیک ہوں میں۔"
اس کی بند آنکھوں کو دیکھتی وہ اٹھ کر اس کے قریب بیٹھ گئی۔ وہ اٹھ کر نیم دراز ہوا تھا۔
"ناشتا دو گی۔"
اس نے نفی میں سر ہلایا۔
"ہٹو۔" وہ سنجیدگی سے اٹھنے لگا۔
وہ مسکرائی۔ اسے دونوں ہاتھوں سے دھکیلتی اٹھنے سے منع کر گئی۔
"کیا ہے۔" وہ برہم ہوا۔
"کہیں جا رہے ہو؟"
"ہاں۔" وہ کرخت انداز میں بولا۔
"تھوڑا مسکراؤ تب، خوف ناک لگ رہے ہو۔" وہ شرارت کے موڈ میں تھی جبکہ یوسف کافی حد تک سنجیدہ تھا۔
"میری مسکراہٹ کا تم کیا کرو گی۔" اس نے نظریں اس کی نظروں میں گاڑھ دیں۔
"اسی مسکراہٹ پر تو سب لڑکیاں مرتی تھیں۔" وہ لطف اٹھاتی مسکرائی۔

pklibrary.com

"اورتم......" وہ اب لائن پر آنے لگا تھا۔
"میں نہیں۔" وہ ہنوز مسکرائے جا رہی تھی۔ وہ ایک بار پھر سنجیدہ ہوا۔
"جانے دو مجھے۔" وہ اٹھنے لگا۔
"ہرگز نہیں۔" وہ ہٹ دھرمی دکھا رہی تھی۔
"آفس سے لیٹ ہو رہا ہوں۔" اس نے بے چارگی سے کہا تھا۔
اس نے نفی میں سر ہلایا تو وہ عاجزانہ انداز میں صوفے کی بیک سے پشت لگا کر سر بیک پر رکھے دونوں ہاتھ سر کے پیچھے باندھے آنکھیں بند کر گیا۔
"ناشتا تیار ہے اٹھو۔" اس نے ترس کھایا۔
آنکھیں کھول کر اس نے بالکل عام سی نظر ڈال کر پاس پڑا موبائل اٹھایا ٹائم دیکھا پونے نو بج رہے تھے۔
"مجھے دیر ہو رہی ہے میں ناشتا نہیں کر سکتا۔" اٹھ کر وہ کمرے میں تیار ہونے چل دیا۔ پھر وہ بغیر ناشتا کیے دفتر چلا گیا تھا۔ وہ سارا دن زینب کا بہت اچھا گزرا تھا۔ دل و دماغ پر چھائی قنوطیت ختم ہو گئی تھی۔

☆☆☆

وہ ہنوز لاتعلق تھا وہ اس کی کترائے کترائے رویے پر دل ہی دل میں ہنستی تھی۔ وہ اس کی لاتعلقی کو اب انجوائے کر رہی تھی۔ جانے کیوں اسے دیکھتے ہی وہ مسکرانے لگتی تھی۔ اس کے کپڑے پریس کرنے تھے رات کو تمام کاموں سے فارغ ہو کر وہ صبح آفس کے لیے کپڑے پریس کرنے لگی۔
"کھانا ملے گا یا نہیں۔" اس نے کھانا نہیں کھایا تھا، اس وقت بھوک نہیں کہہ کر کھانے سے انکار کیا تھا۔ اب کھانا مانگنے لگا۔
اس کا بے زار انداز زینب کو اس وقت بہت بھلا لگ رہا تھا۔ گردن موڑ کر قدرے خوشگوار موڈ میں بولی۔
"کیا قسمت پائی ہے مفت کی نوکرانی ملی ہے ادھر کپڑے......"
وہ خاموشی سے چل پڑا۔ یکدم سے سوئچ آف کر کے وہ پیچھے چل دی۔
"لگا رہی ہوں۔"
"رہنے دو۔" وہ ناراض ہوا۔
"اس وقت تک بیڈروم میں نہیں جا سکتے جب تک کھانا نہ کھالو۔" اس نے راہ روک لی تھی۔
ناچار وہ اس کی تقلید میں اس کے پیچھے کچن میں آیا۔ ٹیبل پر کھانا لگا کر وہ اپنے کمرے میں گئی فہد سو رہا تھا۔ تسلی کر کے وہ واپس کچن میں آئی۔ وہ بھی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔
"حبیبہ کو بھی ایسے نخرے دکھاتے تھے۔"
"نہیں۔ وہ تمہاری طرح بدتمیز نہیں تھی۔" یکدم سے ترنت جواب آیا۔
وہ مسکرائی۔
"اوہ اچھا تو سارے نخرے میرے لیے ہیں۔"
"نہیں۔" وہ بے دلی سے کھا رہا تھا۔ پھر بولا۔
"نخرے اسے دکھائے جاتے ہیں جس پر آپ کا حق ہو۔"
"تو کیا حبیبہ بھی یہ حق نہیں دیتی تھی۔" وہ کھیر منہ میں ڈالتی مزید اس کے زخموں پر نمک چھڑکتے ہوئے بولی۔
چمچہ زور سے پلیٹ پر پٹختے وہ غصے سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے بولا۔
"کیا ہر وقت حبیبہ حبیبہ کرتی رہتی ہو۔ ہاں......! مذاق بھی وہ بولو۔" پھر یکدم سے کرسی زور سے دھکیلتا اٹھا۔ انگلی اٹھا کر اسے وارن کرتا بولا۔ "ہر وقت تمہاری منتیں کروں۔ تمہارے سامنے کتے کی طرح پھرتا رہوں پھر بھی تم خوش نہیں۔ آئندہ اس کا نام لیا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔ حبیبہ کی خاک کے برابر بھی نہیں تم۔" وہ غرایا۔
"انتہائی بدتمیز، ہٹ دھرم، ضدی۔" وہ شعلہ بار نگاہوں سے دیکھتا رہا۔
"تم نے بنایا ہے بدتمیز ہٹ دھرم" پھر سکون آمیز انداز میں بولی۔ "کھانا کھاؤ۔"
"نہیں کھاتا بڑی مہربانی۔" وہ ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑاتا چل پڑا۔
"سوری کر رہی ہوں، کھالو۔ انہی اداؤں سے لڑکیوں کو دیوانہ بناتے ہو۔"
"سوائے تمہارے۔" وہ طنز سے باز نہ آیا۔

pklibrary.com

''میں بے وقوف نہیں۔'' وہ اترائی۔

''میں لڑکیوں کو دیوانہ بناتا ہوں کہ نہیں مگر تم یہ کام خوب کر لیتی ہو۔'' وہ چوٹ کر کے پانی پینے لگا۔

''مگر کس کو بنایا؟'' سوالیہ لہجہ مگر مسکراتی آنکھیں جاننے کو بے تاب تھیں۔

''مجھے۔'' اس نے کھلے دل سے یکدم سے اعتراف کیا۔

''پر تم تو لڑنے مرنے پر تیار ہو دیوانے، ایسے کرتے ہیں۔''

''دیوانہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔'' کچھ توقف بعد بولا۔ ''اب جا سکتا ہوں کھانا نہیں کھانا مزید۔'' پھر بےزار سا اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

زینب کچن سمیٹ کر چائے بنا کر اس کے کمرے میں دینے آئی۔ یوسف لیپ ٹاپ پر کچھ کام کر رہا تھا۔ وہ چائے سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر اس کے قریب بیڈ پر بیٹھ گئی۔ وہ مسلسل کام میں مصروف رہا۔ اس نے ایک بار بھی اس کی طرف نہیں دیکھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

''تم سچ سچ بتا دو کہ سچ کیا تھا اور جھوٹ کیا۔'' اس کے اچانک اس سوال پر وہ نظریں لیپ ٹاپ پر سے ہٹاتے بولا۔

''کیا سچ؟''

''تم نے انتقاماً نکاح کیا تھا؟''

''ہاں میرے دل میں انتقام کی آگ بھڑکی تھی میں جان بوجھ کر تمہاری طرف بڑھا۔ میں تمہاری محبت کی آڑ میں تمہاری ماں اور تمہارے بھائی کو شکست دینا چاہتا تھا، لیکن جب تمہاری ماں کا انتقال ہوا تو میں اپنے تمام ارادوں سمیت دستبردار ہو گیا۔ اس عداوت کی جنگ سے میں عاجز آ چکا تھا۔ اگر میں تم سے مخلص نہ ہوتا...... انتقام لینے پر ہی قادر ہوتا تو پھر یہاں کیوں بلواتا تمہیں۔ اب ہر وقت یہ صفائیاں میں نہیں دے سکتا۔ اب مزید وضاحتیں میں نہیں دوں گا۔'' اس نے بات ختم کر کے ایک بار پھر لیپ ٹاپ پر نگاہیں مرکوز کیں۔

''حبیبہ کو بھی تم اسی طرح نظرانداز کرتے تھے۔'' شکوہ لبوں سے پھسلا۔

''وہ مجھے نظرانداز نہیں کرتی تھی۔'' ''وہ'' پر زور دیتا وہ ہنوز لیپ ٹاپ پر مصروف تھا۔

''تمہیں اس سے زیادہ محبت تھی؟''

وہ چپ رہا۔

''بولو نا، تمہیں اس سے زیادہ محبت تھی۔''

''تم سے زیادہ ہے۔'' وہ ہنوز مصروف تھا۔

''جھوٹ۔'' وہ نہ مانی۔

''تمہیں میری ہر بات جھوٹ لگتی ہے۔''

''اس نے تمہارے لیے جان دی تھی۔''

''میں تمہارے لیے جان دوں گا۔''

''مجھے یقین نہیں۔'' وہ بے یقین تھی۔

''ٹرائی کر کے دیکھو۔'' وہ آزمانے پر آمادہ کرنے لگا۔

''تو تم مجھے دیکھ کیوں نہیں رہے۔'' شکوہ ابھرا۔

''تم نہیں چاہتیں۔''

''دیکھو مجھے۔'' اس نے حکم دیا۔

''تمہارے حکم کا غلام ہوں۔'' لیپ ٹاپ بند کر کے اسے محبت پاش نظروں سے دیکھتا بولا۔

''اگر چاہو تو ساری رات دیکھوں تمہیں۔''

وہ مسکرائی۔

''اسی مسکراہٹ پر تو مرمٹا میں۔'' باہر برف پڑ رہی تھی۔ وہ یوسف کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے دنیا مافیہا سے بے خبر عشق کی راہ پر گامزن تھی وہ جس والہانہ نظروں سے دیکھتا باتیں کرتا جا رہا تھا وہ خود کو دنیا کی خوش قسمت ترین انسان سمجھ رہی تھی۔

جس محبت کی بنیاد حبیبہ نے رکھی تھی اس کی تکمیل زینب نے کر دی تھی۔

اس کے ہاتھ کو لبوں سے لگاتے یوسف نے اسے خود سے قریب کیا تھا۔ وہ مسکرائی تھی۔ اس کی مسکراہٹ نے ہی تو یوسف کو دیوانہ بنا دیا تھا۔ وہ اس دیوانی کی ہر ادا پر مرمٹا تھا اور وہ دیوانی صرف یوسف پر مرتی تھی۔

☆☆

pklibrary.com